رسائل و مسائل

۱۔ رشتے داروں سے پردہ
۲۔ مشترک خاندانی نظام اور اسلام

میری شادی ایک تحریکی گھرانے میں ہوئی ہے اور میں بھی الحمد للہ تحریک سے وابستہ ہوں۔ امی ابو کا خاندان اور سسرالی خاندان دونوں ہی متوسط مذہبی طبقہ فکر سے ہیں۔ مجھے آپ سے دو امور میں راہنمائی لینا ہے۔ امید ہے کہ آپ کا جواب میری طرح کی اور بہت سی لڑکیوں کے لیے مددگار ثابت ہوگا۔

میرا پہلا سوال پردے کے حوالے سے ہے۔ کیا تمام غیر محرم رشتے داروں سے چہرے کا پردہ شرعاً واجب ہے؟ میں شادی سے پہلے پردہ تو کرتی تھی لیکن غیر محرم رشتے داروں سے چہرے کا پردہ نہیں کرتی تھی۔ نہ تو مخلوط محفلیں تھیں نہ ہی بے تکلفی، لیکن سامنے آکر دعا سلام کرنا اور خیریت دریافت کرنے کا اہتمام ہوتا تھا۔ شادی کے بعد میرے گھر والوں نے مکمل شرعی پردے کا ارادہ کرتے ہوئے اس چیز کا اہتمام کیا کہ سب غیر محرم رشتہ داروں سے چہرے کا پردہ ہوگا۔ اس سے پہلے خاندان میں ایسا نہیں تھا لہٰذا شدید اختلافات پیدا ہوئے۔ میرے میکے اور سسرال دونوں طرف سے خاصے نکات اٹھائے گئے، مثلاً یہ کہ چچا، خالو اور ماموں وغیرہ سے بھی پردہ ہے وہ کیوں نہیں کیا جاتا وغیرہ۔ اور یہ بھی کہ امی کے گھر اپنے کزنز اور والدین کے کزنز سے نہیں کیا جاتا تو یہاں کیوں کیا جاتا ہے۔ لہٰذا اب میری پوزیشن بڑی عجیب ہے۔ پردے کا موضوع رفتہ رفتہ تضحیک کی صورت اختیار کر گیا ہے۔ اسلام و غیر اسلام کی بحث بن کر رہ گیا ہے۔ خاندان کی طرف سے ایک قسم کے سوشل بائی کاٹ کا سامنا ہے۔ حتیٰ کہ میرے میکے والے بھی اسی بنا پر گھر آنے سے کتراتے ہیں۔ زیادہ مسئلہ اس لیے بھی درپیش ہے کہ سسرالی رشتے دار بھی بہت قریب اور کھلے ملے ہوئے ہیں۔ ایسے میں عجیب سی تنہائی (isolation) کی کیفیت ہے۔

میرے لیے اپنی ذاتی رائے کا اظہار کرنا بھی مشکل ہے اور دوسروں یعنی بڑوں کی رائے پر پورا اترنا بھی محال۔ براہِ مہربانی آپ وضاحت سے بتائیں کہ اسلام اس سلسلے میں ہمیں کیسی اور کتنی گنجایش دیتا ہے۔

میرا دوسرا سوال "مشترکہ فیملی سسٹم" کے بارے میں ہے۔ ایک طرف اسلام ایک مکمل خاندانی نظام کی تشکیل کرواتا ہے جس میں غیر محرم رشتہ داروں سے بے تکلفی کی ممانعت، زینت کے اظہار کی ممانعت، شوہر کی دلجوئی، بچوں کی مکمل تربیت وغیرہ لیکن دوسری طرف یہ سارے امور مشترکہ فیملی میں ادا ہونے ناممکن ہیں۔ یہ چیز معاشرے میں ایسی ہوگئی ہے کہ دیندار گھرانے بھی عورت کی طرف سے کسی ایسے مطالبے کو معیوب سمجھتے ہیں۔ اس نظام کی سب سے زیادہ زد عورت کی شرم و حیا پر پڑتی ہے۔ غسل جنابت، شوہر سے بے تکلفی، حمل کے دوران بہت سے ظاہری و باطنی معاملات کا چھپا نہ رہنا وغیرہ۔ ایسی بہت سی باتیں ازدواجی زندگی میں حد درجہ گھٹن اور بندش پیدا کرتی ہیں۔ مجھے یہ معلوم کرنا ہے کہ کیا علیحدہ گھر عورت کا شرعی حق ہے۔؟ اگر اس کا انتظام بہ سہولت ہو سکتا ہو تو کیا وہ اس کا مطالبہ کر سکتی ہے؟ اور وہ کون سے حالات ہیں جن میں سسرال والے اسے اس حق سے محروم کر سکتے ہیں؟۔

پتا نہیں دینی احکام میں غلو اور معاملات میں ان کے حقوق کی ادائگی سے غفلت ولا پرواہی کی وجہ سے عورتیں کب تک تکلیفیں اٹھاتی رہیں گی۔ آپ نے جو دو مسائل پیش کیے ہیں ان کے بارے میں اپنے علم کے مطابق اپنی رائے لکھ رہا ہوں۔ لیکن صرف صحیح بات معلوم کرنے سے مسائل حل نہیں ہو جایا کرتے، خصوصاً عورت کے، جو ہر معاشرے میں کمزور اور مظلوم ہے۔

پہلا مسئلہ غیر محرم رشتہ داروں سے چہرے کے پردے کا ہے۔ مثلاً دیور، بہنوئی، اپنے اور شوہر کے کزن، دونوں کے والدین کے کزن، رشتے کے بھتیجے اور بھانجے۔

۱۔ میرے علم کی حد تک ایسے غیر محرم رشتہ داروں سے چہرے کا پردہ کرنا ضروری نہیں ہے، نہ ایسا کوئی شرعی حکم ہے، جن کے ساتھ خاندانی روابط اور تعلقات ہوں، میل جول ہو، اور گھروں میں آنا جانا ہو، اور ہونا چاہیے۔ حضرت اسماءؓ حضورؐ کی سالی تھیں، حضرت ام ہانیؓ آپ کی چچا زاد بہن، دونوں آپؐ کے سامنے آتی تھیں اور کم از کم منہ اور چہرے کا پردہ دونوں نے آپؐ سے آخر وقت تک بھی نہیں کیا۔ اس قسم کے رشتوں میں، بلکہ اس سے کچھ وسیع تر دائرے میں بھی، چہرے کے پردے کے بغیر سامنے آنے کے اور بکثرت نظائر موجود ہیں، جن کو جمع بھی کر دیا گیا ہے۔ اس کے برعکس بھی نظائر موجود ہیں، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض مخصوص حالات میں کیا جا سکتا ہے۔

۲۔ اگرچہ مولانا مودودیؒ نے بڑے مضبوط استدلال کے ساتھ ان فقہا کی رائے کو صحیح قرار دیا ہے جن کے نزدیک عورت کا چہرہ حجاب میں داخل ہے اور وہ کسی شدید ضرورت کے تحت ہی اسے اجنبیوں کے سامنے کھول سکتی ہے، لیکن غیر محرم رشتہ داروں سے پردے کے بارے میں ان کی

رائے بھی یہی ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ ایسے رشتہ دار نہ تو محرم رشتہ داروں کے حکم میں ہیں کہ عورتیں بے تکلف ان کے سامنے زینت کے ساتھ آئیں، اور نہ بالکل اجنبیوں کے حکم میں کہ عورتیں ان سے ویسا ہی مکمل پردہ کریں جیسا کہ غیروں سے کیا جاتا ہے۔ (تفہیم، ج ۴، ص ۴۸۸)۔

۳۔ اس اجازت کی حکمت و مصلحت کو سمجھنا کچھ دشوار نہیں۔

اولاً خاندانی روابط کو جوڑ کر رکھنا، ان میں مہر و محبت کی روح کو برقرار رکھنا شریعت کے اعلیٰ ترین مقاصد اور اہم ترین احکام میں سے ہے۔ جس چیز کو اللہ تعالیٰ نے جوڑنے کا حکم دیا ہے اس کو کاٹنا بڑا گناہ ہے۔ (البقرہ، الرعد) اور اس کو جوڑے رکھنا بہت بڑی نیکی (الرعد) حضورؐ نے فرمایا کہ جو شخص چاہتا ہے کہ اس کے رزق میں کشادگی کی جائے وہ صلہ رحمی کرے۔ مسلمانوں میں خاندان صرف میاں بیوی تک محدود نہیں، مغرب کی نیوکلیر فیملی کی طرح، بلکہ اس میں تمام اعزا و اقارب شامل ہوتے ہیں جن سے رحم کا رشتہ ہوتا ہے۔ میرا مطلب یہ نہیں کہ غیر محرم رشتہ داروں سے چہرے کا پردہ کرنا قطع رحمی ہے۔ لیکن جہاں اپنے پھوپھا اور خالو اور والدین کے پہلے کزن --- جو قریب ترین اقربا ہیں --- ان کو دیکھا نہ ہو، نہ ان کے ساتھ بیٹھے ہوں، نہ کھانا ساتھ کھایا ہو، نہ کبھی بات چیت کی ہو، تو ان سے تو اس درجے کے تعلقات بھی نہیں ہو سکتے جس درجے کے دوستوں اور ساتھ کام کرنے والوں کے ساتھ ہوتے ہیں۔ پھر اس کا نتیجہ تعلقات کے سرد پڑ جانے یا منقطع ہو جانے کے علاوہ کچھ نہیں۔ شریعت میں پردے کا حکم فتنوں سے تحفظ کے لیے دیا گیا ہے نہ کہ اس کے مطلوب مقاصد کو نقصان پہنچانے کے لیے۔

ثانیاً اللہ تعالیٰ نے تمام مسلمان مردوں اور عورتوں کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ذمہ داری سپرد کی ہے۔ سب سے بڑھ کر یہ حق قریبی رشتے داروں کا بنتا ہے۔ و انذر عشیرتک الاقربین پھر خاص طور پر وہ مسلمان مرد اور عورتیں جو دین کو اپنی زندگی کا مقصد بنا چکے ہوں، اور انھوں نے دعوت و اصلاح اور غلبہ دین کی جدوجہد کا بیڑا بھی اٹھایا ہو، وہ اپنے رشتے داروں کے درمیان یہ کام کیسے کر سکتے ہیں اگر تمام غیر محرم رشتے داروں سے چہرے کا پردہ شرعاً لازم ہو۔

۴۔ ان غیر محرم رشتے داروں سے پردہ کی حدود کیا ہیں؟ زینت کے ساتھ سامنے نہ آنے کا حکم تو واضح ہے۔ اس کے آگے، مولانا مودودیؒ لکھتے ہیں "ٹھیک ٹھیک رویہ کیا ہونا چاہیے، یہ شریعت میں متعین نہیں کیا گیا، کیونکہ اس کا تعین ہو ہی نہیں سکتا۔ اس کے حدود مختلف رشتے داروں کے معاملے میں ان کے رشتے، ان کی عمر، عورت کی عمر، خاندانی تعلقات و روابط اور فریقین کے حالات (مکان کا مشترک ہونا یا الگ الگ مکانوں میں رہنا) کے لحاظ سے لامحالہ مختلف ہوں گے اور ہونے چاہییں۔"

شریعت کا مقصد فتنے کے امکانات کو کم کرنا ہے۔ جہاں فتنے کا امکان جتنا زیادہ اور قوی ہو وہاں اتنی ہی زیادہ احتیاط کرنا ہوگی۔ مولانا مودودیؒ نے جو بات اجنبیوں کے ساتھ چہرہ کھولنے کے بارے میں کہی ہے وہی بات اس معاملے پر بھی صادق آتی ہے۔ ایک مومن عورت جو خدا اور رسولؐ کے احکام کی سچے دل سے پابند رہنا چاہتی ہے، اور جس کو فتنے میں مبتلا ہونا منظور نہیں، وہ خود اپنے حالات اور ضروریات کے لحاظ سے فیصلہ کر سکتی ہے کہ کیا رویہ اختیار کرے۔ بعض حالات میں وہ محرم رشتے داروں سے بھی الگ رہ سکتی ہے، بعض صورتوں میں وہ غیر محرم کو گھر میں آنے کی اجازت دینے سے بھی انکار کر سکتی ہے، اور بعض حالات میں وہ بے تکلفی کے ساتھ ان کے ساتھ بیٹھ کر بات چیت کر سکتی ہے، کھا پی سکتی ہے۔

۵۔ میری فہم کی حد تک اصول یہ بنے گا کہ ان غیر محرم رشتہ داروں جن کے ساتھ میل جول اور آنا جانا ہے یا ہونا چاہیے، یا جو ساتھ رہتے ہیں، آپ چہرے کے پردے کے بغیر ان کے سامنے آ سکتی ہیں، الا یہ کہ کہیں حالات اس کے برخلاف تقاضا کریں۔ اس معاملے میں اصل فیصلہ کن اصول صلہ رحمی کی خاطر اور دعوت و اصلاح کی خاطر بھی، خاندانی روابط و تعلقات کو خوش گوار اور مہر و محبت پر مبنی رکھنا ہے، یا خود کو فتنے کے حقیقی امکانات سے بچانے کا۔

۶۔ اس معاملے میں فیصلے کا اختیار صرف عورت اور اس کے شوہر کو حاصل ہے۔ اس لیے کہ شریعت نے کوئی چیز متعین کر کے نہیں دی ہے، اور اسی لیے نہیں دی ہے کہ حالات کے مطابق فیصلہ کیا جاتا ہے۔ اور اس فیصلہ کا اختیار اسی کو حاصل ہوگا جس کو خدا کے سامنے اپنے عمل اور اس کے نتائج و عواقب کی جواب دہی کرنا ہے۔ شوہر اس لیے شریک فیصلہ ہے کہ گھر دونوں کا ہے، آنا جانا سب عموماً ساتھ ہو سکتا ہے۔ اس لیے یہ فیصلہ آپ کو اور آپ کے شوہر کو باہمی رضامندی اور مشورے سے کرنا چاہیے کہ کس سے کتنا پردہ کرنا ہے۔

۷۔ باہمی رضامندی اور مشورے کی بات میں نے اس لیے کہی کہ قرآن کا حکم مشاورت، وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ تمام اجتماعی معاملات پر محیط ہے۔ اور بعض خاندانی معاملات میں قرآن نے خاص طور پر عن تراض منهما وتشاور کو ضروری قرار دیا ہے۔

۸۔ کیونکہ حدود کا تعین حالات کے لحاظ سے ہوگا، اسی لیے یہ ممکن ہے کہ بیوی اور شوہر ایک ہی درجے کے رشتے داروں میں سے کسی کے ساتھ چہرے کا پردہ کرنے کا، اور کسی کے سامنے بالکل نہ آنے کا، اور کسی کے سامنے بغیر زینت کے اپنائیت کے تقاضے پورے کرتے ہوئے سامنے آنے کا فیصلہ کریں۔ اس پر دوغلے پن کا الزام وارد کرنا کسی طرح صحیح نہیں۔

۹۔ کیونکہ فیصلے کا اختیار شوہر اور بیوی کو ہے، اس لیے کسی بھی دوسرے کو--- وہ تحریکی ساتھی

صاحب امر ہو، میکے کا رشتے دار ہو، سسرالی رشتے دار ہو، یہ حق اور اختیار نہیں پہنچتا کہ وہ عورت پر پابندی عاید کرے کہ جہاں شریعت نے پابند نہیں کیا وہاں وہ چہرے کا پردہ کرے۔

۱۰۔ جو لوگ تمام غیر محرم رشتے داروں سے چہرے کے پردے کو حکم شرعی قرار دیتے ہیں، میرے خیال میں ان کا یہ فتویٰ دین میں غلو کے مترادف ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ دین میں غلو یہی ہے کہ جس چیز کو شریعت نے پابند نہیں کیا اس چیز کو شریعت کے نام پر پابند کر دیا جائے، جس چیز کو مباح کیا ہے اس کو حرام کر دیا جائے۔ اس غلو سے شدت کے ساتھ منع کیا گیا ہے۔ حضورؐ نے کہا ہے کہ "تشدد نہ اختیار کرو، سہولت اور نرمی کرو، میانہ روی اختیار کرو، میانہ روی"۔ قرآن نے کہا ہے کہ: لَاتَغْلُوْا فِیْ دِیْنِکُمْ۔ غلو، شاہ ولی اللہ صاحب نے کہا ہے، تحریف دین کے بنیادی اسباب میں سے ہے۔ میں کہتا ہوں کہ صرف تحریف فی الدین ہی نہیں، انحراف عن الدین کا بھی بنیادی سبب ہے۔ کیونکہ لوگ ان احکام کا بار نہیں اٹھا سکتے۔ چنانچہ وعظ و کتاب میں کچھ اور ہوتا ہے اور عمل میں اس سے انحراف۔ اچھے اچھے دین دار لوگوں اور علما کے گھرانوں میں بھی تمام غیر محرم رشتے داروں سے چہرے کا پردہ نہیں کیا جاتا۔

اسی غلو کی ایک علامت سگے ماموں اور چچا تک سے چہرے کا پردہ کرنے کا فتویٰ ہے۔ کتابوں میں پڑھا تھا، اب یہ معلوم کر کے حیرت ہوئی کہ عملاً بھی اس کا تقاضا ہوتا ہے۔ مولانا اصلاحی نے تدبر قرآن میں (ج ۵، ص ۳۹۷) اور مولانا مودودیؒ نے تفہیم القرآن میں (ایضاً، ص ۳۸۸) میں واضح کر دیا ہے کہ اگرچہ ان کا ذکر سورۂ نور کی اس آیت میں نہیں ہے جس میں اظہار زینت سے مستثنیٰ افراد کا ذکر ہے، لیکن یہ بھی ان کے حکم میں شامل ہیں جن کا ذکر کیا گیا ہے: "محرم اعزہ کے نمایاں عناصر کے نام گنا دیے گئے ہیں لیکن مراد وہ سب لوگ ہیں جو اس حکم میں داخل ہیں (تدبر قرآن)"

اسی غلو کا یہ نتیجہ ہوتا ہے کہ آج شرعی حکم ہے، کل زمانہ خود اسے شریعت سے خارج کر دیتا ہے۔ مجھے بچپن کا یاد ہے کہ ہماری عورتیں گھر سے نکلتی تھیں تو دروازہ سے سواری تک پردہ باندھا جاتا تھا، پھر تانگے یا موٹر میں بھی پردہ باندھا جاتا تھا، پھر اس کے اندر وہ برقعہ پہن کر بیٹھتی تھیں۔ ظاہر ہے کہ وہ اسے حکم شرعی ہی سمجھتی ہوں گی۔ اب یہ سوائے دور دراز کے چند عدقوں میں شاید ایک خواب و خیال ہو گیا ہے۔ اس کے برعکس اب دین دار برقعہ پوش خواتین موٹر سائیکل پر پیچھے بیٹھ کر نکلتی ہیں۔

مباح اشیا کو ممنوع و حرام کے دائرے میں لانے کا غلو بہت عام ہے۔ بعض لباسوں پر، رسومات پر، انسانی فطرت کے مطابق خوشیاں منانے کے طریقوں پر--- حتیٰ کہ سیاست و معیشت کے دائروں میں بھی۔ ناجائز، ناپسندیدہ، حرام اور کفر کے فتاویٰ کا آج جو عام چلن ہے وہ اس غلو کا نتیجہ ہے۔

حالانکہ حضورؐ نے واضح فرمایا کہ "واجبات واضح ہیں حسب استطاعت بجالاؤ واضح ہیں، ترک کردو، حدود کے اندر رہو، اور جہاں اللہ تعالیٰ نے خاموشی اختیار کی ہے---- اس لیے نہیں کی کہ اس سے چوک ہوگئی یا وہ بھول گیا---- وہ تمھارے اوپر رحمت کی خاطر کی ہے۔ اس کی کھوج کرید میں نہ پڑو۔ فرمایا "وہ بہت بڑا مجرم ہے جس کے سوال اور کھوج کرید کی وجہ سے ایسی چیز ممنوع و حرام ہو جائے جو نہیں ہے"۔

آپ جیسی دین پسند عورتیں اگر دین کو پھر "الیسری" کی صورت میں پیش کرنے میں کامیاب ہو جائیں، تو ان شاء اللہ اس کا امکان ہوگا کہ ۲۱ویں صدی کی مسلمان عورت مسلمان رہ سکے گی۔

دوسرا مسئلہ مشترک اور علیحدہ گھر کا ہے۔ دینی احکام کی حد تک یہ بہت آسان مسئلہ ہے۔ چہرے کے پردے کے مسئلے کی طرح اس بارے میں کوئی اختلافات بھی خاص نہیں۔ عورت کے نان نفقہ کے حق میں یہ حق شامل ہے کہ اگر وہ علیحدہ گھر چاہتی ہو اور رشتہ داروں کے ساتھ مل جل کر نہ رہنا چاہتی ہو، تو شوہر کے لیے اس کا علیحدہ گھر میں، یا مشترک گھر میں علیحدہ میں رکھنا ضروری ہے۔ مجھے اس وقت حوالوں کے لیے کتابیں دستیاب نہیں ہیں۔ مولانا تھانویؒ کی حقوق و فرائض پر کتابوں میں بھی یہ مسئلہ موجود ہے، اور مولانا سلطان احمد اصلاحی نے اس موضوع پر ایک بہت عمدہ کتاب لکھی ہے جس میں قرآن و سنت، عہد نبویؐ کے تعامل کے نظائر اور فقہاء کی آرا سب جمع کر دی ہیں۔ یہ کتاب بھارت اور لاہور سے شائع ہو چکی ہے اور آپ کو بہ آسانی مل جائے گی۔

عورت علیحدہ گھر صرف اس لیے بہت چاہتی ہے کہ وہ شوہر کے رشتے داروں کے ساتھ مل جل کر رہنا نہیں چاہتی۔ جہاں شوہر کے رشتے دار اس کو ایذا پہنچا رہے ہوں، وہاں تو شریعت کے احکام کے تحت بدرجہ اتم یہ حق بنتا ہے کہ اسے علیحدہ گھر دیا جائے۔ لیکن ایذا رسانی نہ ہو، اور ساتھ مل کر رہنا چاہتی ہو، تو صرف عورت کی زندگی میں اور اپنے شوہر اور اپنے بچوں سے تعلقات کے دائرے میں اس کی بے شمار ضرورتیں، مشکلات، مسائل، اور نزاکتیں ایسی ہیں جن کی وجہ سے الگ گھر کو نان نفقہ کا حصہ بنایا گیا ہے۔ پھر اگر مشترک گھر میں غیر محرم رشتے دار رہتے ہوں تو اس کی زندگی اجیرن ہو سکتی ہے۔ اس لیے کہ بے شک وہ اس کے سامنے منہ کھلا کر کے آ سکتی ہے، لیکن وہ گھر میں کسی وقت بھی زینت نہیں کر سکتی، نہ اسے ظاہر کر سکتی ہے۔ حالانکہ یہ اس پر اس کے شوہر کا حق بھی ہے۔ صرف محرم رشتے دار جب بھی شوہر سے تعلقات میں اور زمانہ حمل میں بے شمار پرائیویٹ پہلو ہوتے ہیں جن کو وہ شرم و حیا کی وجہ سے آشکار کرنا پسند نہیں کر سکتی، لیکن مشترک گھر میں، خصوصاً وہ اگر تنگ بھی ہو، ان کو آشکار ہونے سے روک بھی نہیں سکتی۔ شوہر کے والدین یا رشتے داروں کے کسی خاص انسانی

مسائل کی وجہ سے عورت خود ہی حسن سلوک کر کے ساتھ رہنا چاہے تو یہ الگ بات ہے۔

معاشی وجوہات سے اگر شوہر کے لیے الگ گھر یا الگ حصہ دینا ممکن نہ ہو، تو کم سے کم اسے استیذان کے سارے احکام پر عمل درآمد کے سلسلے میں اپنی بیوی کے حقوق کا مکمل اہتمام کرنا چاہیے، جب تک حصہ یا گھر الگ نہ کر سکے۔

یہ بدقسمتی ہے کہ اکثر و بیشتر تو مسلمان گھروں میں، دین دار گھروں میں بھی، عورت کے حقوق کا نہ علم پایا جاتا ہے نہ ادراک، نہ ان کو معلوم کر کے ان کو ادا کرنے کی فکر۔ معاملات و حقوق کے معاملے میں عموماً بڑی غفلت اور لاپروائی ہے۔ عورت مجبور اور زیر دست ہونے کی وجہ سے کچھ زیادہ ہی اس غفلت کا شکار رہتی ہے۔ عملاً وہ کچھ کر بھی نہیں سکتی۔ زیادہ افسوس کی بات یہ ہے کہ وہ گھرانے جو ساری روئے زمین پر شریعت کے نفاذ اور ظلم کے ازالے کے لیے رات دن وظیفہ پڑھتے ہیں، وہ اپنے گھر کی حدود میں، جہاں ان کو اختیار واقتدار حاصل ہے، شریعت کو نافذ کرنے کے روادار نہیں ہوتے۔

میں نے اپنے علم اور دوسرے قابل علما کی آرا کے مطابق ان دونوں معاملات میں وہ بات لکھ دی ہے جو میرے نزدیک صحیح ہے۔ و العلم عند اللہ تعالٰی، و اللہ اعلم بالصواب۔ میرا مقام مفتی کا نہیں، میں تو صرف مشورہ دے سکتا ہوں۔ لیکن مشکل یہ ہے کہ صرف علم، شوریٰ اور فتویٰ سے اس قسم کے مسائل حل نہیں ہوجاتے۔ عورت کی پوزیشن بہت کمزور ہوتی ہے۔ اگر وہ کہے کہ میں پردہ کرنا چاہتی ہوں، یا نہیں چاہتی، اور گھر کے بڑے یا شوہر اس کے مخالف ہوں، تو وہ کیسے اپنے فیصلے پر عمل کرے۔ ظاہر ہے کہ ان کی خاطر وہ اپنے گھر کے امن و سکون کو برباد نہیں کر سکتی، شوہر سے مستقل تنازع اور ناچاقی مول نہیں لے سکتی، اور ازدواج کا بندھن توڑنے کا خطرہ تو ہرگز بھی برداشت نہیں کر سکتی۔ یہی صورت مشترک گھر میں رہنے اور علیحدہ گھر کے مطالبے کی صورت میں بنتی ہے۔

در اصل ان معاملات میں اصل کلید تو شوہر ہے۔ اگر شوہر کو اللہ اور اس کے رسول کے دیے ہوئے حقوق کی ادائیگی کی فکر ہو، اس کے سامنے بیویوں کے بارے میں حضورؐ کی سنت، تاکیدی احکام، ہدایات اور وصایا ہوں، خود آپ کا اسوہ ہو، اسے اپنی اس بیوی سے محبت ہو، جو اپنے گھر سے اٹھ کر آئی ہے اور بالکل اسی کی ہو رہتی ہے، اس کی خدمت کرتی ہے (حالانکہ یہ اس پر شوہر کا حق نہیں)، اس کے بچوں کو اٹھائے اٹھائے پھرتی ہے، ان کی تربیت کرتی ہے ---- تو وہ کم سے کم ان چیزوں کا ازالہ ضرور کرے گا جو اس کی بیوی کے لیے تکلیف اور ایذا کا باعث ہوں۔ وہ اس کے لیے مضبوط موقف اختیار کرے گا۔ وہ اس کو پرائیویسی اور تخلیہ مہیا کرے گا۔ لیکن اگر شوہر کو آپ کی ان تکالیف کی فکر نہ ہو، یا وہ نرم چارہ (SPINELESS) ہو---، تو پھر، میرے تجربے کی حد تک، صرف

شریعت کے احکام کا کشف و اظہار آپ کے مسائل و مشکلات حل کرنے میں کچھ بھی مددگار نہ ثابت ہو سکے گا۔ اس لیے آپ کو اول اپنی توجہ اپنے شوہر پر مرکوز کرنا چاہیے۔ حق بھی اس پر بنتا ہے نہ کہ ساس سسر، یا دیور اور نند پر۔ علیحدہ گھر کا خرچ شوہر پر آتا ہے، اس کو دینا چاہیے۔ لیکن آپ اس سلسلے میں ازراہ حسن سلوک اور اپنی مدد آپ کی خاطر خرچ اٹھانے میں ہاتھ بٹائیے ---، اگر بٹا سکتی ہیں --- تو اس میں کوئی ہرج نہیں۔ بلکہ اچھی بات ہے۔

اللہ آپ کا اور آپ کی طرح دوسری عورتوں اور لڑکیوں کا حامی و ناصر ہو۔ (خرم مراد)

مخلوط اجتماع

مخلوط اجتماع کے بارے میں میرے استفسار پر جن خیالات کا اظہار آپ نے فرمایا ہے، اسے بار بار پڑھنے پر بھی تسلی نہیں ہوئی۔ پہلی بات یہ ہے کہ میری تحریر میں چہرے کے پردے کا ذکر ہی نہیں جس کو آپ نے اختلافی مسئلہ کہہ کر اس کی اہمیت کو کم کر دیا ہے۔ میں نے یہ نہیں لکھا ہے کہ جو چہرہ نہیں ڈھانکتیں وہ کسی معصیت کا ارتکاب کرتی ہیں۔ میرا سوال تو صرف مخلوط اجتماعات کے بارے میں تھا۔

موجودہ دور میں جب کہ عورت اور مرد شانہ بشانہ کا نعرہ ایک مہم کے طور پر جاری ہے، عورت اور مرد ایک جگہ اکٹھے ہو چکے ہیں، لے دے کے صرف مذہبی اجتماع (غیر مخلوط) سکون قلب اور انسانیت کی رہنمائی کے لیے ایک ذریعہ تھا جس کو ہم اپنے ہاتھوں مٹا کر دفن کرنے پر تلے ہوئے ہیں ---- اور ---- نے پردے میں بیٹھی ہوئی خواتین کے لیے ناپسندیدگی کا اظہار کیا۔ جو لوگ مخلوط اجتماع کے قائل نہیں، کیا ان کو گھروں میں بیٹھ جانا چاہیے یا پھر کوئی دوسری تنظیم بنا لینی چاہیے؟۔ اب لڑکوں اور لڑکیوں کی میٹنگ معمول بن چکی ہے۔ جو لڑکی ایسی میٹنگ میں شامل نہیں ہوتی اس کو تنظیم میں کوئی اہمیت نہیں دی جاتی)۔ اس طرح محرم اور نامحرم کی اصطلاح تو بے معنی ہو جاتی ہے۔

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے یہ اصول بیان کیا ہے کہ جب کسی نظریے کی یلغار ہو رہی ہو تو پوری قوت کے ساتھ اس کا مقابلہ کیا جائے اور جو تھوڑی بہت گنجایش اس کے حق میں نکلتی ہو وہ بھی ختم کر دینی چاہیے نہ کہ ہم بھی اسی رو میں بہہ نکلیں۔ انھوں نے مسلمانوں کو عزیمت کی راہ دکھائی نہ کہ رخصت کی۔ دریافت طلب بات یہ ہے کہ مخلوط اجتماع کا اجتہاد کس زمانے میں ہوا اور کس نے کیا؟۔ رخصتیں نکالنا شروع کر دیں تو اس کے لیے کون سی حد باقی رہ جاتی ہے؟

آپ کی اس بات سے مجھے اتفاق ہے کہ ایک مسلک میں مختلف اور متضاد آرا والے لوگ جمع ہو سکتے ہیں اور انھیں جمع ہونا چاہیے۔ لیکن عملی طور پر اجتماعی طریقہ کار کے لیے صرف ایک ہی راستہ اختیار کیا جا سکتا ہے۔ اسی طرح مغربی ممالک میں بھی کوئی ایک طریقہ ہی قابل عمل ہو سکتا ہے۔